سوال

(26) سمت قبلہ کا تعین کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ہمارے ہاں جو قدیم مساجد تعمیر شدہ ہیں، ان کی سمت قبلہ کی تعیین کے متعلق اکابر اہلحدیث نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا تھا جبکہ آج کل ہمارے کچھ نوجوانوں کے ہاتھ بیرون ملک سے درآمد کردہ جائے نماز آئے ہیں جن پر قبلہ نما نصب ہے۔ جدید قبلہ نما کے مطابق پہلے تعیین کردہ سمت قبلہ میں کہیں کم اور کہیں زیادہ فرق ہے، اس وجہ سے جماعتی احباب تذبذب کا شکار ہیں براہِ کرم اس سلسلہ میں کتاب سنت سے ہماری راہنمائی فرمائیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

واضح رہے کہ دین اسلام کے تمام احکام کی بنیاد یسر و سہولت اور سادگی و بے تکلفی ہے کیونکہ شریعت کا دائرہ حکومت تمام جہان کے بحروبر اور شہری و دیہاتی آبادیوں پر حاوی ہے۔ اسلامی فرائض کی ادائیگی جس طرح شہریوں پر عائد ہے اسی طرح دیہاتیوں اور پہاڑوں کے رہنے والے ناخواندہ حضرات پر بھی ہے، اس لئے جو احکام اس حد تک عام ہوں ان کے متعلق رحمت و حکمت کا تقاضا ہے کہ انہیں جدید آلات پر موقوف نہ رکھا جائے تاکہ ہر خاص و عام انہیں بآسانی سرانجام دے سکے۔ اس ضروری تمہید کے بعد نماز پڑھتے وقت قبلہ کے متعلق بھی شریعت نے آسان اور سادہ طریقہ ہی اختیار فرمایا ہے جسے ہر شہری اور دیہاتی بسہولت عمل میں لاسکے، چنانچہ اس کے متعلق ہمارے اسلاف کا طرز عمل حسب ذیل ہے :

سمت قبلہ کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''نماز کے وقت تم اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف کرو''۔ [۲/البقرہ:۱۴۴]

اس آیت کریمہ میں بیت اللہ کے بجائے مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ بیت اللہ سے زیادہ وسیع ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں استقبال قبلہ کے متعلق شریعت نے تنگی کے بجائے وسعت کو پیش نظر رکھا ہے، چنانچہ اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد حرام کے بعد سب سے پہلی مسجد جو اسلام میں بنائی گئی وہ مسجد قبا ہے۔ اس مسجد کی بنیاد اس وقت رکھی گئی تھی جبکہ مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا، پھر جب تحویل قبلہ کی آیات نازل ہوئیں تو اس کی خبر لے کر مسجد قبا میں ایک صحابی اس وقت پہنچا جب صبح ہو رہی تھی۔ انہوں نے دوران نماز ہی تحویل قبلہ کی خبر دی تو امام اور پوری جماعت بیت اللہ کی جانب پھر گئی۔ [صحیح بخاری، الصلوۃ:۴۰۳]

اس واقعہ کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ان حضرات کے اس فعل کی تصویب فرمائی اب ظاہر ہے کہ حالت نماز میں اہل قبا نے جو سمت قبلہ اختیار کی اس میں اس قسم کے آلات کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا بلکہ انہوں نے اپنے ظن غالب کے مطابق تحری وکوشش کر کے سمت قبلہ کو اختیار کیا۔ نماز کے بعد بھی انہوں نے اس ظن و تخمینہ کے علاوہ کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا۔ پھر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت ہر صوبے میں مساجد تعمیر ہوئیں اور عمال حکومت نے اس سلسلہ میں کسی قسم کے آلات سمت قبلہ کی

تعیین کے لئے استعمال نہیں کیے بلکہ اس کی تعیین تحری و تخمینہ سے کی گئی ، بلکہ فقہاء ومحدثین کی صراحت کے مطابق اگر کوئی بیت اللہ کے سامنے نماز ادا کرتا ہے تو اس کے لیے عین قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے جبکہ دوسروں کے لئے عین قبلہ کے بجائے جہت قبلہ ضروری ہے اورجہت قبلہ کی تعیین بھی سادہ طریقہ سے کی جا سکتی ہے ۔ چنانچہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ سے دوسرے شمالی علاقوں کے لئے ارشاد نبوی ہے کہ ''مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے ۔'' [ترمذی، الصلوٰۃ : ۳۴۲]

اس حدیث سے نقطہ مشرق ومغرب کی درمیانی قوس، یعنی نصف دائرہ کی مقدار کے متعلق جہت قبلہ ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے لیکن محققین امت نے اس حدیث کو عرف عام پر محمول کر کے مشرق ومغرب سے مشرق ومغرب کی جہت کو مراد لیا ہے ۔ فقہاء نے اس کی تفصیل یوں کی ہے کہ اگر نمازی کی پشانی کے درمیان سے خط مستقیم نکل کر عین کعبہ پر گزرے تو یہ قبلہ مستقیم ہے اگر پشانی کے درمیان سے نکلنے والا خط عین کعبہ پر نہیں پہنچتا لیکن پشانی کے دائیں بائیں اطراف سے کوئی خط عین کعبہ پر پہنچے تو اس قدر انحراف قلیل ناقابل التفات ہے اور علمائے ہیئت نے انحراف قلیل کی تعیین اس طرح کی ہے کہ ۴۵ درجہ تک انحراف ہو تو قلیل بصورت دیگر انحراف کثیر ہے جو قابل التفات واعتراض ہے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے اعتبار سے لوگوں کی مثال ایسے ہے جیسا کہ مرکز کے گرد دائرہ ہوتا ہے اور کسی بھی دائرہ کا پھیلاؤ اور اتساع اپنے مرکز ۱/۴ دائرہ تک ہو سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں ہوتا ، اس بنا پر دائرہ کے ربع تک انحراف ہو یعنی کعبہ سے ۴۵ درجہ دائیں جانب اور ۴۵ درجہ بائیں جانب انحراف کا جواز ہے واضح رہے کہ کسی بھی دائرہ کا چوتھائی حصہ نوے درجہ تک ہوتا ہے ۔ اسے دائیں بائیں تقسیم کر کے ۴۵، ۴۵ درجہ رکھا گیا ہے ۔ تعیین قبلہ کے متعلق ایک سادہ طریقہ یہ ہے جسے ماہرین نے بیان کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ نصف النہار کے وقت سورج عین بیت اللہ کے اوپر ہوتا ہے ۔ اور وہ دن ۲۷ مئی اور ۱۶ جولائی ہیں ۔ آفتاب کے نصف النہار مکہ پر پہنچنے کا ہمارے ہاں ۲۷ مئی کو ۲ بجکر ۱۷ منٹ اور ۱۶ جولائی کو ۲ بجکر ۲۶ منٹ ہے ان اوقات میں عمود کا سایہ قبلہ پر ہوگا ، دھوپ میں کسی بھی وزن دار رسی کو ان اوقات میں لٹکا کر سمت قبلہ کا تعین کیا جا سکتا ہے ۔ علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصر اور دوسرے شہروں میں اس طرح موٹے موٹے آثار ونشانات کے ذریعے تحری کر کے سمت قبلہ کا تعین کیا اور مساجد تعمیر کرائیں اور عام مسلمانوں نے ان کا اتباع کیا ۔ البتہ مصر کے فرماں روا احمد بن طولون نے جب مصر میں جامع مسجد کی بنیا د ڈالی تو اس نے مدینہ طیبہ بھیج کر مسجد نبوی کی سمت قبلہ دریافت کرائی اور اس کے مطابق مسجد بنائی جو فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص کی جامع مسجد سے کسی قدر منحرف ہے لیکن علما نے جامع مسجد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اتباع کو اولیٰ قرار دیا ہے اور اطراف مصر کی مساجد اسی کے مطابق ہیں ، واضح رہے کہ امیر مصر نے جب ماہرین کے ذریعے آلات ریاضیہ سے مسجد نبوی کی سمت قبلہ کو جانچا تو معلوم ہوا کہ آلات کے ذریعے نکالے ہوئے خط سمت قبلہ سے مسجد نبوی کی سمت قبلہ دس درجہ مائل بجنوب ہے ، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمت قبلہ کی تعیین بذریعۂ وحی فرمائی تھی ، اس لئے مسجد نبوی کی سمت قبلہ کے عین مطابق تھی اور ان ماہرین کا آلات کے ذریعے اندازہ غلط تھا ۔ اس لئے ایسے معاملات میں زیادہ باریک بینی سے کام نہ لیا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے بعض اوقات اپنے اسلاف سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے ۔ [واللہ اعلم]

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد: 2، صفحہ: 72